

ۛ

حضرت فخر الحقین سید العلماء و موبائید علی نقی صاحب قیامہ مجتہد العصر
از بسم

ۛۛۛ

سرفراز قومی پیر و کمو یا اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اجتہاد العلماء کا یہ مضمون جو حال ہی میں اخبار عدالت لکھنؤ میں شائع ہوا ہے اور پھر اخبار سر فرزانے اسے نقل کیا ہے جیسا کہ مدیر سر فرزانے نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں نہ صرف اپنے موضوع کے لحاظ سے قابل قدر ہے بلکہ اس پر زور افشا پر دانی کیلئے بھی خاص طور سے توجہ تحسین ہو جو اسکے ایک ایک فقرے سے نمایاں ہو اور جس سے اس مضمون کو غیر معمولی ادبی حیثیت دیدی ہو۔ اس مضمون کی اس موقع پر اشاعت جبکہ موصوف سوہ اتفاق سے شہر علیہ ہو گئے ہیں اور بھلی ہیئت لکھتی ہو۔ جناب مدوح نے اس مضمون کی کاپی کی جانے لگا کر کسی بنجائیں ملاحظہ فرمائی تھی اسے ثابت ہوا کہ مدوح کو اتحادین المسلمین میں دلچسپی ہو اور اپنے اس مضمون میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ کتنی صداقت لکھا ہے، اس مضمون کے خصوصیات کے لحاظ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ مدیر سر فرزانے کی تحریک کے مطابق اسکو مستقل طور سے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا جائے اس لئے کہ اس کی افادیت اسکی زیادہ سے زیادہ اشاعت پر موقوف ہے۔

سید محمد رضا نقوی
آزمیری سکریٹری امامیہ مشن
وکٹوریہ اسٹریٹ - لکھنؤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
تقدیر
۱۹۶۲ء
۲۵۱۷

اتحاد

میری مدد بے ہنگام میرا فتنہ بے آہنگ اور میرا پیغام بے محل سمجھا جائے گا۔
آندھی کے جھکڑوں میں مروجہ بینائی بوسلادھا رطوباتی بارش میں فوارے کی
طبیعت پریش بدبودار کثیف غلیظ نالوں کے بیچ مبینہ مبینی پھولوں کی خوشبو اور نقار
میں طوطی کی آواز جاذب توجہ نہیں بن سکتی تو افراق کی آب و ہوا اور باہمی آویزشوں کی فضا
اس کشمکش دست و گریباں اور اس ہنگامہ دلدرد گیر میں سبے مشورہ شر۔ دھیمی اور پرسکون
آواز کب بنی جاسکتی اور کس طرح محل توجہ قرار پا سکتی ہے ؟
مگر کیا کروں کہ میرے دماغ کی فضا۔ میرے دل کی گہرائی میرے سینے کی وسعت۔
اور میرے احساسات کے ایوان سب اسی ایک فتنہ سے معمور ہیں !
میں سوچتا ہوں تو یہی سمجھ میں آتا ہے لکھتا ہوں تو یہی قلم سے نکلتا ہے اور پڑتا ہوں
تو یہی زبان پر جاری ہوتا ہے !

کوئی مجھے "دوا دار" کہے تو پرانہ مانوں گا۔ کوئی مجھے "بیخس" اور "خنک طبیعت"
کہے تو میں خاموش ہو جاؤنگا۔ کوئی مجھے "پست ہمت" اور "کج دل" کہے تو میں ہنسوں گا
لیکن کونگا دہی جو سمجھتا ہوں۔ لکھو نگا دہی جو جانتا ہوں کرونگا دہی جسے صحیح طریقہ کار سمجھتا

کاش میں متلون مزاج ہوتا کہ دوسروں کے رنگ میں لسانی سے رنگ جاتا۔ کاش میں
 "عکرو طبیعت" ہوتا کہ اعتراضات کے ڈر سے جلدی اپنی جگہ چھوڑ دیتا۔ کاش میں سلم الثبوت
 لیڈر ہوتا کہ ہوا کا رخ دیکھ کر اسی طرف اپنی قوت عمل کو موڑ دیتا۔ اور کاش میں "غرض مند" ہوتا
 کہ اپنے منافع کی توقع میں قوم کو تلخ بچانی کی بات سنانے سے گریز کرتا اور جدھر وہ لائے
 خود بھی چلا جاتا پسند کرتا!

کاش میں بھی جذباتی، انشخص ہوتا کہ تعصب اختلاف کی اشتعال انگیز یوں سے مشتعل
 ہو کر سوچنے اور سمجھنے کی طاقتوں کو خیر باد کہہ دیتا کاش میں ظاہر میں ناعاقبت انگیزش ہوتا کہ
 وقتی کامیابی یا بات کے بالا ہونے کو سب کچھ بھکھکرتا جیسے آکھو بند کر لیتا اور غریب محاسن
 میں مبتلا ہو کر مستقبل کے خیالات سے کنارہ کشی کر لیتا!

افسوس میں تنا "جس" ہوں کہ کسی مقرر کی انتہائی اشتعال انگیز تقریر مجھے مشتعل نہیں بناتی
 صدیافت میں اتنا "سرد طبیعت" ہوں کہ کوئی دل زار ترین تحریر مجھے اندوختہ نہیں کرتی
 واحترام میں اتنا "دہمی" ہوں کہ ہر چیز میں مجھے آئندہ کے خطرات سامنے آجاتے ہیں اور
 میرے قدم کو بے راہ روی سے روک دیتے ہیں ورواے ناکامی کہ میں قوم کو کبھی اسی راستے کا
 سالک نہ لکھنا چاہتا ہوں جس پر میں خود سالک ہوں!

ہائے سیری نگاہ کی خطا کہ جن خیال کو میں پہلے "خطرہ" کی صوت میں دماغ کے اندر گردش کرتا
 ہوا پاتا ہوں ہی پھر واقعہ کی صورت میں اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا ہوں اور اُن ہی میرے
 تصورات کی سحرانی دنیا کہیں خواب لکھتا ہوں دیکھو رہا ہوں کہ تفسیر ہے جو عالم واقعہ میں

صورت میں پیش نظر ہے۔

میں نے مہینوں پہلے ”صلاح و شہادت“ کی صفات و صفات ”فنا“ کا نقشہ دیکھا راستے میں منظر نظر آئی، تانے میں زندگی کے جھگڑو دکھائی دے رہے ہیں پکارا لا تفسد وانی لا ارض لا تفسد وانی لا ارض۔ دس دن تک چننا رہا کسی نے سنا کسی نے نہیں سنا اور میں نے سنا اس نے غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ آواز فضا میں گم ہو گئی میں ٹھک کر خاموش ہو گیا دو مصلحین نے توجہ نہیں کی۔ فرزند ان ملت بنے لغات نہیں کیا۔ رہنمائی اسلام نے طریقہ کار نہیں بدلا میں سمجھا اور نہیں سمجھا تو دل کو سمجھانے کی کوشش کی کہ جو میں سمجھا تھا وہ غلط ہے کچھ نہیں کچھ نہیں بالکل کچھ نہیں جو کچھ ہو رہا ہو وہ ٹھیک ہو اور یہی ہونا چاہیے!

میں خاموش ہو رہا۔ اسے کیا کروں کہ اب دیکھ رہا ہوں آنکھوں سے اسی کا سہا سہا آنکھوں سے وہ سب جیسے دیکھ رہا تھا اس وقت تصور و خیال کے عالم میں!

”لا اور یہ“ نہیں تھی کہ بیداری کی باتوں کو خواب کے شہ میں بے اعتبار قرار دوں گے ”تجربہ کار“ اور ”آزمودہ رائے“ اشخاص کے مقابل میں اپنی رائے کا صحت کا امکان بھی درست نہیں سمجھتا اس نے ”سوغاتی“ بننے کی کوشش کرتا ہوں پھر جو کچھ دیکھتا ہوں غلط ہو اور میری قوتِ لہجہ کی گری صحت ہے جس میں تلخیت شہر بھر بھی نہیں!

مگر میرے یہ سمجھ لینے سے واقعیت بدل جائے گی؟ کیا مقتولین کے خون کے دھبے تار بچ کے دامن سے مرٹ جائیں گے؟ کیا رائیوں کی صدائے فریاد فضا کے فانیں مجھ جیائیں گی؟

کیا یتیموں کے رونے کی صدا میں مہنسی کے مقہور سگ تبدیل ہو جائیں گی؟ اور کیا انھیں کے
مجرع اخضا اور ان کے جسم کے شکستہ حصے دروالم اور سوزش و تپش سے نجات پھائیں گے؟
پھر کیا ماخوذین کے چالان اور ان کے خلاف دائر شدہ رپورٹیں کا عقد کے سفر میں سحر
ہو جائیں گی؟ ان کے متعلق الزامات پولیس و حکام کے دل کا غلغلا سے فراموش اور ان کے
اور چالان کوہ جرائم کی فخرت ایک دم سادہ ہو جائیگی؟ کیا مقدمات نہیں چلیں گے؟ کیا سزائیں
نہیں دیں گی؟ کیا جرمانے نہیں وصول کئے جائیں گے؟

یاد رہے کہ یہ تمام مصائب یہ تمام تکالیف یہ تمام تلخ نتائج کسی ایک فریق سے مخصوص
نہیں بلکہ دونوں ہی فریقوں کو ان مصائب کے برداشت کرنا ہوا اور دونوں ہی کیلئے یہ شدید آلام ہیں
اس صورت میں کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں وہ اپنے
طریقہ فکر کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان کی حیات قومی اور بقائے ملی کیلئے کس طرز عمل کی ضرورت ہے
دنیا سے مغرب نصرت ہو رہا ہے، عالم مذہب میں اسلام پر چاروں طرف سے حملے
ہو رہے ہیں۔ سیاست و تمدن کے میدان میں جنگ لے پا رہے جس میں اسلامی روایات خطر میں
ہیں۔ یہ بھی بالکل معلوم کہ آپ اپنے درمیان کتنی ہی مختاثرات سمجھیں لیکن غیروں کی طرف سے
اسلام پر جو حملہ ہو گا اس کا اثر آپ سب ہی فرقوں پر پڑے گا اور کوئی جماعت اس سے مستثنیٰ
نہیں رہے گی۔

آپ کے درمیان کبھی اتفاق مذہبی ہو جائے یعنی کوئی فرقہ بالکل اپنے مذہب سے کنارہ کش
ہو کر دوسروں کا ہمنوا بن جائے غیر ممکن آپ میں سے کوئی دوسرے کو یا مال کر دے اس طرح

کہ وہ فنا ہو جائے اور اس طرح سب اک ہو جائیں۔ یہ بھی ناممکن اور بالکل محال۔ ظاہر ہے کہ اقلیت سے توبہ قطع ہو نہیں سکتی کہ وہ اکثریت کو فنا کے گھاٹ اتار دے مگر اکثریت سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اُس وقت جب اقلیت اُس کے مقابل میں نہیں بلکہ بجائے خود بھی بالکل قلت رکھتی ہو لیکن جب کہ اکثریت میں صرف چار یا ساڑھے چار کروڑ اور تین یا ڈھائی کروڑ کا درمیان فرق ہو تو یہ امید کرنا کہ یہ اقلیت فنا کی جا سکتی ہو خیال محال ہے

یشک بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں اس کوشش کے پورا کرنے کا کافی امکان تھا لیکن جبکہ معلوم کس طاقت کی بنا پر اقلیت اُس وقت ان کوششوں کا مقابلہ کرے نہ تھی اور فنا نہیں ہوئی تو اب کیسے سمجھا جائے کہ وہ فنا ہو جائے گی؟ اس صورت میں اگر حالات کو خوشگوار نہ بنایا گیا اور فراخ حوصلگی رواداری سے

کام نہ لیا گیا تو باہمی تضاد و کلام محدود سلسلہ ہو گا جو قائم ہو جائے گا اور جس سے نتیجہ میں ہلکا ہلکا کر دو نوں ہی طاقتیں پاش پاش ہوں گی اور انجام میں اسلام کمزور ہو گا جو دو نوں ہی کا نقطہ مشترک ہے۔ اس دوران میں یقیناً ایسے دشمن کو جو ان دو نوں کا یکساں حریف ہے یہ موقع ملے گا کہ وہ ان کی باہمی آدینش اور خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ایک ایسا حملہ کرے جو ان دو نوں ہی کو ختم کرے۔ کیا مسلمان اس کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تیار ہیں تو کیا اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنے درمیان میں اخوت اسلامی کے مردہ احساس کو زندہ کریں۔ شکوہ و شکایت کے دفتر کو تہہ گردیں اور بڑھاکا ایک

دوسرے سے گلے مل جائیں۔ وہ دیکھیں کہ ہم دو برس سے جس راستے پر چل رہے ہیں وہ غلط ہے اس لئے کہ اس نے ہمارے درمیان افتراق و اختلاف کے جراثیم پیدا کر دیے ہیں جن کے خطرناک اثرات نے آج اس دبائے عام کی شکل اختیار کی۔ وہ گورنمنٹ سے بھی صاف کہیں کہ آپ نے جو کچھ ہمارے درمیان فیصلہ کیا جو وہ جس فریق کے بھی موافق ہو ہم اس کے بحیثیت مجموعی دونوں فریق شکرگزار اگرچہ اس فیصلے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپس میں ملیں گے اور بھول جائیں گے ان تمام جھگڑوں کو جو ان دو برس میں پیدا ہوئے اور آجائیں گے اسی خاموش اور پُر سکون فضا میں جو اس کے پہلے عیسٰی برس تک قائم تھی اور ہم ہم اطمینان کی سانس لے رہے تھے۔

ہم کچھ نہیں چاہتے اور نہ کچھ مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمیں جینے اور جینے دینے سے کام ہے۔ لڑنا اور باہمی تصادم کرنا مفسد لیڈروں کا کام ہے جن سے اب ہم گریزاں ہیں اور ان کی بات سننے پر تیار نہیں۔

اس کے علاوہ فریقین کی جانب سے تمام مقدمات اٹھائے جائیں!۔
 مشترک احانتی ادارے قائم ہوں جن میں سے بلا تفریق فریق مصیبت زدگان فساد کی امداد کی جائے۔ یہ سوال پیدا نہ ہو کہ یہ چندہ مسیحی جماعت کا ہے یا شیعہ کا اور نہ یہ کہ یہ مصیبت زدہ شخص مسیحی جماعت سے تعلق رکھتا ہے یا شیعہ جماعت سے بلکہ مشترک اداروں سے مشترک امداد ہو۔

